وسیم ماتریدی کی تحقیق کا جائزہ

مرام الکلام پر ترجمہ، تخریج، تحقیق اور تحشیہ کا کام ایک اور محقق وسیم رضا ماتریدی نے کیا ہے جو حال ہی میں لاہور سے شائع ہوا۔ اس کا حال اس وہابی محقق سے بھی برا ہے۔ اللہ نا کرے کہ علامہ پرہاروی کی کتب پر کام کرنے والے اس طرح کے افراد آگے آئیں ورنہ یقینا مظلوم محقق و علامہ مزید ظلم کا شکار ہو جائیں گے اور ان کے علمی مقام پر انگشت نمائی کا سبب اس طرح کے افراد بنتے رہیں گے۔ خیر اب ہم اس کا تفصیلی جائزہ لیتے ہیں تاکہ قارئین کو علم ہو سکے اور ایسے افراد سے بچنا ممکن ہو۔

پہلا تعقّب: علمی دنیا میں سرقہ بازی ایک ناقابل معافی جرم ہے جو کسی بھی محقق یا مصنف کو عیب دار کر دیتا ہے اس کی تحریرات سے اعتماد کو اٹھا دیتا ہے۔ یہ مرض ابھی کا نہیں بلکہ زمانہ قدیم سے جاری ہے۔ ہر دور میں ایسے افراد و اشخاص پائے جاتے رہیں ہیں جو کسی بھی علمی قد آور شخصیت یا ماہر شعراء کے کلام سے سرقہ کے مرتکب ہوتے رہے ہیں۔ علامہ مسعود بن عمر تفتازانی علیہ الرحمہ اسی مرض کا ذکر کرتے ہوئے "مختصر المعانی" کے خطبے میں رقم طراز ہیں "انّ المنتحلین قد قلّبوا احداق الاخذ والانتھاب و مدّوا اعناق المسخ علی ذلك الكتاب" یعنی سرقہ بازوں نے اس کتاب کو چرانے کے لیے آنکھوں کو گھما لیا اور اس کتاب کی نقل کرنے کی طرف متوجہ ہو گئے۔[1] کتبِ بلاغت کے آخر میں باقاعدہ "سرقاتِ شعریہ" کے نام فصل قائم کی گئیں اور اس میں سرقہ کی مختلف صورتیں انتحال و نسخ، اغارہ و مسخ اور المام و سلخ وغیرہ پر تفصیلی کلام کیا گیا۔ یہ سب ظاہری سرقہ کی صورتیں ہیں پھر اس کے بعد غیر ظاہر سرقہ کو بیان کیا گیا اور امثلہ سے وضاحت کی گئی۔

اس تمہید کے بعد عرض ہے کہ وسیم رضا ماتریدی نے علامہ عبد العزیز پرہاروی علیہ الرحمہ کی کتاب مرام الکلام پر تحقیق و تحشیہ کے نام سے ان جو سرقہ بازی کا ریکارڈ قائم کیا ہے اس کی مثال ماضی میں نہیں ملتی۔ موصوف کی یہ پہلی کاوش نہیں بلکہ اس سے قبل حضرت نے مولانا اصغر علی روحی کی کتاب "مافی الاسلام" پر ہاتھ صاف کیا پھر ابن عربی کی "کتاب المعرفت" میں سرقہ کی مثال قائم کی، اس کے بعد اب تازہ ترین واردات مرام الکلام کے ساتھ کی گئی اور اس کتاب میں موصوف نے علماءِ بلاغت کی بیان کردہ تمام اقسامِ سرقہ کی مثالیں قائم کیں۔ اہل علم کی طرف سے بارہا اس پر صدائے احتجاج بلند کی جاتی رہی مگر موصوف نے اپنا کام نہ چھوڑا اور اپنا نام محققین میں لکھوانے کو یہ تازہ کاروائی کر ڈالی۔ اگر ہم ان کے سرقہ کی تمام تفصیل ذکر کریں تو شاید بات لمبی ہو جائے اور قاری کے لیے ملال کا باعث ٹھہرے، لہٰذا ہم فقط چند امثلہ پر اکتفا کرتے ہیں۔

[1] مختصر المعانی، ص 2

مثال 1: موصوف نے علامہ عبد العزیز پرہاروی علیہ الرحمہ کے حالاتِ زندگی کے لیے سب سے پہلے متین کاشمیری صاحب کی کتاب "احوال و آثار" پر ہاتھ صاف کیا اور تقریبا پوری کتاب بعینہ اٹھا کر اپنی کتاب میں شامل کر دی۔ اس کتاب کا پہلا باب بمع تین فصول کے ص 23 سے 102 مکمل "احوال و آثار" کے مضامین پر مشتمل ہے اور بقول متین کاشمیری صاحب کے، جن جن مقامات پر اغلاط تھی اور آئندہ کے ایڈیشن میں تصحیح کی نیت تھی، انہوں نے اسے بھی درست نہ کیا؛ بعینہ نقل کر دیا، مطلب یہ کہ کاپی پیسٹ کی بدترین شکل اختیار کی گئی۔

مثال 2: اس کے بعد اس کتاب کا باب دوم؛ جو علامہ پرہاروی کے عقائد و نظریات کے حوالے سے ہے اور صفحہ 103 سے 117 تک ہے وہ موصوف نے راقم کی کتاب "نعم الوجیز" کے مقدمہ سے سرقہ کیا ہے۔ اور سرقہ کی ایک قسم نسخ وانتحال کی پوری تصویر قائم کی ہے۔

مثال 3: نسخ وانتحال کی ایک قبیح صورت اسی کتاب کے صفحہ 873 سے 878 تک موجود ہے، جس کے حاشیہ میں موصوف نے علامہ عبد العزیز پرہاروی علیہ الرحمہ کی کتاب "الصمصام" کا ترجمہ؛ جو راقم نے کیا اور نعم الوجیز کے ساتھ شائع ہو چکا ہے، بعینہ شامل کر دیا اور ظاہر یہی کیا کہ یہ ترجمہ خود حضرت نے کیا ہے۔ یہ انتہائی مذموم صورت ہے جس کا مصنف نے ارتکاب کیا۔ اللہ عزوجل ہدایت نصیب کرے۔ سچ کہا جائے تو پوری 956 صفحات پر مشتمل کتاب کے مواد میں موصوف کا حصہ پانچ فیصد سے زائد نہیں ہے اور یہ قطعا مبالغہ نہیں بلکہ مبنی بر حقیقت ہے۔

دوسرا تعقّب: موصوف نے دوسرے باب کی تیسری فصل میں فنِ ترجمہ نگاری اور اس کے اصول پر گفتگو کی ہے اور پھر اپنا اسلوب بھی ذکر کرنے کے ساتھ ساتھ اس راہ کی نزاکت کو بھی زیرِ بحث لائے مگر کیا ہی اچھا ہوتا کہ اس کام کی نزاکت اور احتیاط کو مدِ نظر رکھتے ہوئے قلم بند کر دیتے اور اپنی کم علمی کا اعتراف کرتے ہوئے اتنے عظیم الشان مصنف کی؛ اتنے اہم اور نازک موضوع پر موجود کتاب کو تختہ مشق نہ بناتے۔ مگر شاید انہوں نے اس فن کی نزاکت کسی اور کے لیے بیان کی اور خود کو شاید ان اصول و ضوابط سے بالاتر سمجھتے رہے اور اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ حضرت نے جا بجا ٹھوکریں کھائیں اور ترجمہ کے نام پر سخت غلطیاں کیں یہاں تک کہ بعض مقامات پر مفہوم کو ہی بدل ڈالا۔ کاش کہ موصوف محقق و مترجم بننے کا شوق ہی چھوڑ دیتے اور اگر شوق پورا ہی کرنا تھا تو کسی عام سے مصنف کی کتاب کو تختہ مشق بنا لیتے مگر انہوں نے تو انہی بزرگوں کے ساتھ دو ہاتھ کرنے کی ٹھانی جو پہلے ہی مظلوم ہیں۔ جن کے علمی قد کاٹھ کا یہ مقام ہے کہ برصغیر میں ہر مسلک میں ان کا نام احترام سے لیا جاتا ہے؛ حتی کہ ایسے پروفیسر صاحبان جو امام اعظم کا نام بھی عامی انداز میں لیتے ہیں مگر جب علامہ پرہاروی علیہ الرحمہ کا ذکر کرتے ہیں تو ادب اور القابات کے ساتھ کرتے ہیں۔ موصوف وسیم ماتریدی صاحب نے انہیں کی کتب کو اپنی ناتجربہ کاری اور اناڑی پن

کے بھینٹ چڑھانے کا تہیہ کر لیا۔ اللہ عزوجل موصوف کو توبہ کی توفیق دے اور آئندہ اس طرح کے غلط، غیر معیاری اور غیر مستند کام سے باز رکھے۔ راقم یہاں چند مقامات کی نشان دہی کرتا ہے جس سے واضح ہو گا کہ باقی کتاب کے ترجمہ کا کیا معیار ہو گا؟

مثال1: علامہ نے تشابہات کی تاویلات کی بحث میں ایک تاویل بیان کی اور پھر اس کا رد ان الفاظ میں کیا'' وھو مزیف باجماع القرّاء علی جرّ العرش ''۔ اس کا ترجمہ یہ بنتا ہے کہ ''یہ قول بے بنیاد اور باطل ہے کیونکہ العرش کے جر پر قراء کا اجماع ہے ''؛ مگر موصوف نے صفحہ 356 پر ترجمہ کیا''اس قول کی تائید تمام قراء کے اجماع کے ساتھ ہوتی ہے کیونکہ وہ عرش کے نیچے کسرہ پڑھتے ہیں ''۔ اہل علم ملاحظہ فرمائیں کہ کس طرح اصل عبارت کا مفہوم بالکل عکس کر دیا۔ اس پر جتنا افسوس کیا جائے کم ہے۔ محقق و مترجم بننے کا شوق کیا کیا گل کھلا تا ہے؟

مثال2: علامہ نے فرمایا''و زعموا ان العقل الاول ھو القلم و النفس الصادرۃ منہ اوّلاً ھی اللوح ''موصوف نے اس کا ترجمہ ایسے کیا کہ وہ مہمل جملہ بن گیا۔ صفحہ 214 پر لکھتے ہیں ''اور حکماء یہ بھی سمجھتے ہیں کہ عقل اول قلم اور وہ نفس ہے جو اس سے اولاً صادر ہوا جو کہ لوح ہے ''۔ انا اللہ و انا الیہ راجعون۔

مثال3: علامہ لکھتے ہیں'' و منھا الارادۃ و الکراھۃ صفتان فی القادر یرجّحان احد مقدوریہ علی الاخر ''۔ موصوف نے اس کا ترجمہ یوں کیا''یہ دونوں قادر کی صفت ہیں، ان میں سے ہر ایک کو مقدور کے اعتبار سے ترجیح حاصل ہوتی ہے ''۔ یا اسفیٰ

مثال4: علامہ نے ہیولیٰ پر بحث کرتے ہوئے فرمایا''و زعم ان امیر المومنین علی بن ابی طالب سمّاھا ھباء لانّھا منبثۃ فی العالم کالھباء فی الھواء ''۔ موصوف نے اس عبارت کی ٹانگیں کچھ یوں توڑیں ''اور یہ بھی سمجھتے ہیں کہ امیر المومنین علی بن ابی طالب ہیولیٰ کا نام ہباء رکھتے ہیں کیونکہ یہ عالم میں پھیلا ہوا ہے جیسا کہ ہوا پورے عالم میں پھیلی ہوئی ہے ''۔ یا لضیعۃ العلم

مثال5: زہرہ اور سہیل نامی ستاروں کا ذکر کرتے ہوئے علامہ نے لکھا''اما سھیل فعشار بالیمن ''اس کا ترجمہ صفحہ 251 پر یوں کیا''اور سہیل کو کب تو یہ یمن کا ایک ٹکڑا بن چکا'' انا للہ و انا الیہ راجعون کس طرح مکمل جملہ کی تحریف کر کے معنیٰ کو مہمل بنا دیا۔ اسی صفحہ پر مزید اس عبارت ''انّ المراۃ الفاتنۃ و سھیلا العشار مسخا شھابین ولکن ھلکا''کا ترجمہ یوں کیا''وہ عورت جس نے فتنہ میں مبتلا کیا تھا اور سہیل سیارہ اب یہ دونوں شہاب میں مسخ ہو کر ہلاک ہو چکے ہیں'' اللہ اکبر کیسے موصوف صفت کا ترجمہ جملہ اسمیہ میں کیا اور جملے کو مہمل بنا دیا۔ و الی اللہ المشتکی من ھذا الظلم الصریح

مثال6: علامہ پرہاروی نے امورِ عامہ کی بحث میں فرمایا" لما لزم استغناء العالم بعد حدوثه عن الصانع، قال بعضهم بتجدد الاجسام و آخرون بتجدد الاعراض قائلين بان بقاء الاجسام بدونها محال" موصوف نے اس کا ترجمہ صفحہ 199 پر یوں کیا" کیونکہ ایسی صورت میں عالم اپنے صانع سے مستغنی ہو جائے گا، بعض کہتے ہیں تجدد اجسام کے ساتھ باقی ہے، اور بعض کہتے ہیں تجدد اعراض کے ساتھ باقی رہتے ہیں، اور ان دونوں کا موقف ہے کہ ان کے بغیر اجسام کا باقی رہنا محال ہے"۔ فیاللعجب لهذا العجب! اس اصواتِ حیوانات کے مشابہ ترجمہ پر کیا تبصرہ کیا جائے!؟

مثال7: اعجاز قرآن کی بحث میں علامہ پرہاروی نے مسیلمہ کذاب کا یہ قول نقل کیا" والزارعات زرعا فالطاحنات طحنا فالخابرات خبزا" اس کا ترجمہ صفحہ 502 پر موصوف نے یوں کیا" کھیتی نکالنے والی کھتیاں، آٹا پیسنے والی چکیاں، روٹیاں پکانی والی روٹیاں"۔ اس مضحکہ خیز ترجمہ پر موصوف مبارک باد کے مستحق ہیں۔ اگر اسی کا نام ترجمہ اور تحقیق ہے توفانتظر الساعة۔

مثال8: علامہ پرہاروی نے اعجاز قرآن کی وجوہ کو بیان کرنے کے بعد فرمایا" و من زعم ان بين هذه الوجود تدافعا فلم يعقل" اس کا ترجمہ محقق صاحب نے صفحہ 521 پر یہ کیا" جو شخص یہ گمان کرتا ہے کہ مذکورہ وجوہات محض دفاعی ہیں تو اس نے قرآن کو نہیں سمجھا" اعاذنا الله منه، تدافع کا ترجمہ دفاعی کرنا یقیناً کسی سچے مجنون کا کام ہے۔

مثال9: حضرت خضر علیہ السلام کے حوالے سے ایک حدیث پاک مصنف نے ذکر کی جس میں یہ الفاظ بھی ہیں" فانما المصاب من لم يجبر" یعنی اصل مصیبت زدہ وہ ہے جس سے نقصان کی تلافی نہ ہو مگر کیا کہیں محقق و مترجم بننے کے شوق کو کہ احادیث کو بھی نہیں بخشا گیا اور اس کا ترجمہ صفحہ 485 پر یوں کیا" اور دیکھو مصیبت زدہ شخص وہ ہے جس پر جبر کیا جائے" فالی الله المشتکی، اس دلخراش داستان کا حجم بہت وسیع ہے کہاں تک بیان کیا جائے۔ تحریف معنوی و لفظی کے تمام ریکارڈ توڑ دیئے گئے ۔ جتنا آپ اس کتاب کو پڑھتے جائیں گے جگہ بہ جگہ ظلمات بعضها فوق بعض کا نظارہ ملے گا۔

مثال10: علامہ نے اعجاز قرآن پر وارد شبہات کے بیان میں ایک مقام پر کہا" و ما يصحح بعض الائمة فيعارضه تكذيب هذين المحدثين الجليلين" یعنی بعض ائمہ نے ان روایات کی جو تصحیح کی اس کے معارض ان دو عظیم محدثین کی تکذیب ہے۔ موصوف محقق صاحب نے اس کا ترجمہ صفحہ 523 پر یوں کیا" اور اس بارے میں بعض ائمہ سے جو کیا گیا ہے وہ ان روایات کے متعارض ہے اور ان جلیل القدر محدثین پر جھوٹ گھڑنا ہے"۔ لا حول و لا قوة الا بالله، اس ترجمہ کو علامہ پرہاروی کی واضح عبارت کے مقابل یہی کہا جائے گا کہ جیسے مخمل میں ٹاٹ کی پیوندکاری کر کے ناانصافی کی گئی یا بندر کے ہاتھ میں استرا دے دیا گیا۔

مثال11: معجزات کے بیان میں مصنف نے ذکر کیا" دعا علی عتبة بن ابی لهب بان یاکله الکلب فاکله الاسد "اس کے ترجمہ میں صفحہ 533 پر حضرت نے کہا" عتبہ بن ابی لہب کو آپ ﷺ بد دعا دیتے ہیں کہ اس کو کتا کھا جائے تو اس کو شیر چیر پھاڑ کر کھا جاتا ہے"۔ نبی کریم ﷺ کے لیے بد دعا کے لفظ استعمال کرنا شانِ رسالت کے منافی اور بے احتیاطی ہے۔

مثال12: مصنف نے فرمایا" قد تقرر فی صناعة الحدیث ان الموقوف الذی لا یتلقی نحوه الا عن النبی مرفوع "یعنی ایسی موقوف حدیث جو نبی کریم ﷺ سے اخذ کے بغیر بیان نہ کی جاسکتی ہو وہ حکماً مرفوع ہو گی۔ موصوف نے اس کا ترجمہ صفحہ 563 پر کچھ اس طرح کیا کہ اصل مفہوم ہی تبدیل ہو گیا اور کلام مہمل سا ہو گیا؛" اور اصول حدیث میں یہ بات ثابت شدہ ہے کہ اس طرح کی موقوف روایات کا حصول اسی وقت ممکن ہے جب کوئی اس حوالے سے مرفوع روایت نبی کریم ﷺ سے مروی ہو" اعاذنا الله منه، قارئین غور فرمائیں حضرت کس طرح ایک نادان دوست کا کردار ادا کر رہے ہیں؟ حضرت کی مثال اس بڑھیا کی طرح ہے جس کے ہاتھ میں شاہین آ گیا اور اس نے اس کے ناخن، چونچ اور پر کاٹ کر اس پر ظلم کیا، یہی حال موصوف کا ہے کہ علامہ پرہاروی جو پہلے بے اعتنائی کی وجہ سے مظلوم ہیں، ان پر مزید ظلم کے پہاڑ توڑے جا رہے ہیں۔

مثال13: علامہ پرہاروی نے ایمانِ یاس یعنی ناامید کے ایمان کی بحث کی ہے۔ صفحہ 636 سے شروع ہونے والی مکمل بحث میں محقق موصوف نے" ایمان الیاس "کا ترجمہ" ناامیدی "کیا ہے۔ فیاللعجب!

مثال14: ایمان ابوین کریمین کی بحث کو تفصیلاً ذکر کرنے کے بعد علامہ نے اعتذار کے طور پر فرمایا" انما طولنا الکلام فی هذا المقام لبحثٍ وقع لبعض المتفقهین معنا "جبکہ موصوف نے ایسا کشفی ترجمہ فرمایا کہ عبارت کا اصل مفہوم پس پردہ چلا گیا ملاحظہ ہو، صفحہ 692 پر لکھتے ہیں" اور ہم نے یہاں ایمان والدین مصطفیٰ ﷺ کے مسئلہ کو بڑی تفصیل سے بیان کیا ہے کیونکہ اس بحث میں بعض فقہاء متفرق روایات کے مفہوم کی بنا پر اثبات اسلام کے منکر ہیں، ان کی تردید کے لیے ہم نے یہاں تفصیلی کلام کیا ہے"۔ لاحول و لا قوة الا بالله، اس کو نہ ترجمہ کہا جا سکتا ہے نہ ہی ترجمانی کی پناہ لی جا سکتی ہے۔ مقدمہ میں موصوف نے دعویٰ کیا کہ اصل مفہوم میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی حالانکہ یہاں اس کا بالکل عکس دکھائی دیتا ہے۔

مثال15: جہنم کے ابدی عذاب کی بحث میں مصنف نے فتوحات کی ایک عبارت ذکر کی جس میں یہ جملہ بھی تھا" الا تری ان الجعل یتالّم بریح الورد "یعنی کیا تو نہیں دیکھتا، گندگی کا کیڑا گلاب کی خوشبو سے تکلیف پاتا ہے؟۔ صفحہ 730 پر موصوف کا بے ڈھنگا ترجمہ ملاحظہ ہو" کیا تو مشاہدہ نہیں کرتا کہ بدمزاج آدمی کو پھولوں کی خوشبو سے بھی تکلیف ہوتی ہے" فیاللعجب!

مثال16: فتوحات کی ایک عبارت علامہ پرہاروی نے ذکر کی جس میں کہا گیا" فلك الثوابت ارض الجنة "یعنی فلک ثواب جنت کی زمین ہے۔ موصوف نے اس کا تحریفی ترجمہ صفحہ 731 پر کیا" فلک ثوابت زمینی جنت ہے" مرکب اضافی کا ترجمہ، مرکب توصیفی میں کر کے حضرت نے سارے مفہوم کو ہی تبدیل کر دیا۔ یا اسفیٰ

مثال17: اسی صفحہ اور اسی فتوحات کی عبارت میں ہے" قال اذا رای البحر قال یا بحر متی تعود نارا وکان یکرہ الوضوء بماءھا" اس عبارت کا موصوف نے ترجمہ کیا" جب سمندر کو دیکھتے تو آپ فرماتے اے سمندر تو کب آگ میں تبدیل ہو جائے گا اور تو کب آگ کا لائے گا؟ ایسی صورت میں اس سے وضو کرنا مکروہ ہو گا"۔ اب ان مترجم صاحب سے کوئی پوچھے کہ وکان یکرہ الوضوء بماءھا کا ترجمہ "ایسی صورت میں اس سے وضو مکروہ ہو گا" کرنا کیسے درست ہو گا؟۔ یہاں پر ترجمانی کا راگ الاپنا بھی غلط ہے کہ مصنف کی عبارت کا مفہوم ہی برقرار نہیں۔ اگر اسی کا نام ترجمہ اور ترجمانی ہے تو پھر تحریف کس بلا کا نام ہے؟

مثال18: موصوف وسیم رضا ماتریدی صاحب نے ویسے تو پوری کتاب میں جہاں بھی عربی اشعار آئے ان کا ترجمہ شیر مادر کی طرح ہضم کر گئے مگر شاید اسے اپنی شانِ تحقیق کے خلاف سمجھتے ہوئے اور اپنی علمی لیاقت کے اظہار کے لیے ایک مقام پر ہمت کر کے دو اشعار کا ترجمہ کر ہی ڈالا مگر "الاناء یترشح بمافیه" کے مصداق بے ڈھنگا ترجمہ ہی بر آمد ہوا۔ امام مہدی کے حوالے سے بحث کرتے ہوئے علامہ پرہاروی نے شیعہ کے امام غائب کی مذمت میں دو اشعار نقل کیے وہ یہ ہیں۔

ما آن للسرداب ان یلد الذی　　　　كلمتموه بجهلكم ما آنا

فعلی عقولكم العفاء فانكم　　　　ثلثتم العنقاء و الغيلانا

اس کا ترجمہ موصوف نے صفحہ 794 پر یوں کیا" ابھی وقت نہیں آیا ابھی وقت نہیں آیا کہ مورچے سے وہ شخص پیدا ہو جس سے تم اپنی جہالت کی بنا پر باتیں کرتے ہو۔ تمہاری عقلوں پر مٹی پڑ گئی اور تم عنقا اور غیلان کو تین کر رہے ہو۔ یہ لوگ بنی آدم کے لیے باعث عار اور ایسے بن گئے ہیں کہ کوئی عقل مند ان کی بیوقوفی پر ہنسے بغیر نہیں رہ سکتا"۔ قارئین غور کریں کہ " یہ لوگ بنی آدم کے لیے........ ہنسے بغیر نہیں رہ سکتا" یہ جملہ کس شعر کا ترجمہ ہے؟؟

راقم اس جملے کے اضافے کی اصل وجہ عرض کرتا ہے اور وہ یہ کہ چونکہ موصوف نقل و سرقہ کے ماہر ہیں اور حاطب اللیل کی مثال حریری نے شاید انہیں کے لیے وضع کی ہے۔ انہیں کسی کتاب یا نیٹ سے ان اشعار کا ترجمہ ملا تو غنیمت جانتے ہوئے سارا نقل کر ڈالا اور غور نہ کیا کہ وہاں تو تین اشعار کا ترجمہ ہے اور اصل متن میں دو اشعار ہیں۔ اگر کچھ سمجھ ہوتی تو حضرت دو کا ترجمہ

ہی ذکر کرتے اور تیسرا شعر چونکہ علامہ پرہاروی نے تحریر نہیں کیا تو یہ بھی ترجمہ میں شامل نہ کرتے مگر ہائے بدنصیبی!، ناس ہو اس عادتِ سرقہ کا جس نے اتنی سمجھ بھی نہ دی۔

اس کی ایک اور واضح مثال عرض کروں حضرت نے کتاب اصول دین سے ایک پیرا گراف بعینہ اٹھایا اور اس کا عنوان تو یہ قائم کیا "مرام الکلام کی تیاری میں معاون کتب" مگر جب اسے نیچے دیکھیں تو لکھا ہے "اصول دین کی تیاری میں جن ائمہ اور کتب سے استفادہ کیا گیا ہے اس کی اجمالی فہرست درج ذیل ہے" انا للہ و انا الیہ راجعون، کہا جاتا ہے نقل کے لیے عقل کی ضرورت ہوتی ہے۔ جب عنوان مرام الکلام کی تیاری میں معاون کتب ہے تو نیچے بھی اصول الدین کی جگہ مرام الکلام لکھنا تھا۔ مگر یہ الٰہی فیصلے ہوتے ہیں کہ سرقہ باز اپنے سرقہ پر دلائل خود چھوڑ جاتا ہے۔ سبحان اللہ، قارئین اسی سے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ جن دس اقسام کی کتب نیچے درج ہیں؛ ان سے کتنا استفادہ کیا گیا ہو گا؟ اور آخر کتاب میں دو در جن صفحات پر مصادر و منابع کی ایک طویل فہرست پیش کی ہے جس میں شاملہ سے پانچ سو کتب کی لسٹ نکال کر شامل کر دی ان سے کتنا استفادہ کیا ہو گا؟ فالی اللہ المشتکی

مثال ثامن عشر: امور عامہ کی بحث میں علامہ نے معلمِ ثالث بو علی سینا کا ایک واقعہ بیان کیا "باحث ابا علی بعض تلامذتہ" اس کا ترجمہ صفحہ 195 پر موصوف نے یہ کیا "پس ابو علی جبائی نے اپنے بعض شاگردوں سے کہا"۔ موصوف نے غلط فہمی کی بنا پر بو علی سینا کو انہوں نے ابو علی جبائی سمجھ لیا۔ یہ چند امثلہ مشتے نمونہ از خروارے کے طور پر آپ کے سامنے رکھی ہیں وگرنہ اس ترجمہ کی مجموعی صورتِ حال انہیں امثلہ جیسی ہے۔

موصوف نے اپنی کتاب کے صفحہ 133 پر اپنے کام کا اسلوب بیان کرتے ہوئے جو کہا کہ "میرے پیش نظر صرف یہ اصول تھا کہ متن میں بیان کردہ مفہوم کو اردو کے قالب میں احسن طریقے سے منتقل کر دوں، اگرچہ اس مقصد کے لیے کئی الفاظ کو حذف بھی کرنا پڑا اور کئی الفاظ کا اضافہ بھی کرنا پڑا مگر یہ حک و اضافہ ایسا نہیں ہے کہ جس سے مصنف کی مراد میں کوئی تغیر واقع ہو گیا ہو"۔

اس اصول کی تباہ کاری آپ نے مذکورہ امثلہ کے ضمن میں ملاحظہ کر لی کہ کس طرح اس حک و اضافہ نے مصنف کی مراد میں تغیر و تبدل کیا؟ اس حک واضافہ نے کیا کیا گل کھلائے اس کا صحیح اندازہ اس ترجمہ کے سرسری مطالعہ سے ہی سمجھ آ جاتا ہے، کسی گہرے غور و فکر کی حاجت نہیں۔ موصوف نے بعض مقامات پر ترجمہ میں قوسین میں اتنے اضافے کیے ہیں کہ الامان و الحفیظ، مصنف کے اصل کلام کو پس پردہ ڈال دیا ہے۔ اس پر اگر شواہد پیش کیے جائیں تو بات مزید بڑھ جائے گی۔ موصوف اس ترجمہ کے دوران ایک محقق عالم دین سے ملے اور ان کو اپنا ترجمہ دیکھایا اور اصلاح کے طالب ہوئے تو وہ کانوں کو ہاتھ لگانے لگے

اور موصوف سے پر زور اصرار کیا کہ آپ کے بس کا کام نہیں، میں اس میں کیا کیا اصلاح کروں؟ آپ اس کام سے باز آجائیں مگر حضرت نے ان کی ایک نہ سنی اور مترجم و محقق بننے کا دھن سر پر سوار رہا اور یہ شاہ کار منظر عام پر آ گیا۔

تیسرا تعقّب: موصوف نے مرام الکلام کی بہت سی عبارات کا ترجمہ سرے سے کیا ہی نہیں۔ واللہ اعلم اس کا حقیقی سبب تو اللہ عزوجل ہی جانتا ہے کہ موصوف نے ایسا کیوں کیا؟ حالانکہ یہ علمی دیانت اور ترجمہ نگاری کے اسلوب کے خلاف ہے۔ سردست ایک درجن کے قریب مقامات راقم کی نظر میں ہیں؛ جہاں یہ کاروائی کی گئی ہے۔ نا جانے اس کے علاوہ کتنے مقامات ہوں گے جو امعانِ نظر سے سامنے آسکتے ہیں۔ چند مقامات کی طرف اشارہ کرتا ہوں۔

مقام اول: موصوف نے صفحہ 249 پر "فلا تسمعن قول وهب......کاطراف الفسطاط" اس ڈیڑھ لائن کا ترجمہ نہیں کیا۔

مقام ثانی: صفحہ 379 پر "فان الجزم حاصل بان اوانی البیت" سے لے کر "فلکی غریب" تک دو سے زائد سطروں کا ترجمہ نہیں کیا۔

مقام ثالث: صفحہ 888 پر "وزاد الحکماء فیه" سے "استدلالی ظنی" تک کی دو سے زائد سطروں کا ترجمہ نہیں کیا۔

مقام رابع: کتاب میں موجود کسی بھی مقام پر عربی اشعار کا سرے سے ترجمہ کرنا ہی گوارہ نہ کیا مثلاً صفحہ 355 پر دو اشعار، صفحہ 487 پر دو اشعار، صفحہ 688 پر نو اشعار اور صفحہ 690 پر چھ عربی اشعار کا ترجمہ ہی نہ کیا۔

چوتھا تعقّب: مرام الکلام کے ابواب کی فصول کی ترتیب بلاشبہ کئی مقامات پر فنی ترتیب کے مطابق نہیں ہے۔ مگر یہ اتنا واضح ہے کہ جو علم کلام سے ادنیٰ مس رکھتا ہے وہ اول نظر میں ہی سمجھ سکتا ہے۔ مگر محقق نے مقدمہ کے صفحہ 137 پر کہا "اسی وجہ سے مترجم نے کشف کے طور پر از خود نئی ترتیب قائم کی ہے...... یہ ترتیب میں نے قائم وثوق اور کئی دنوں تک کے مراقبہ و مکاشفہ کرنے کے بعد قائم کی ہے الخ" واللہ اعلم محقق کو بدیہیات کے لیے مراقب ہونے کی کیا ضرورت پیش آئی؟

پانچواں تعقّب: موصوف وسیم رضا ماتریدی نے اس کتاب کی مباحث کی تحقیق بھی فرمائی ہے۔ لیکن اس تحقیق میں کیا ہے؟ یہ جان کر آپ حیران ہو جائیں گے۔ موصوف نے تحقیق کے نام پر تقریباً ہر بحث میں تحشیہ کا کام دل کھول کر کیا ہے۔ ضرورت تھی یا نہ تھی اس کا کوئی لحاظ نہ کیا، یہاں تک کہ بعض مقامات پر غیر متعلق حاشیہ آرائی کی، جس کا متن کی بحث سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ اس کے اصل مقاصد تو موصوف ہی جانتے ہیں۔ لگتا ایسا ہے کہ مقصود کتاب کا حجم بڑھانا تھا تا کہ اس کے ترجمہ وغیرہ میں جو اغلاط ہیں وہ پس پردہ چلی جائیں اور اس کے ساتھ ساتھ علامہ پرہاروی کی اصل کتاب بھی تقریباً پس پردہ چلی گئی، اگر کوئی قاری اصل کتاب پڑھنا چاہے تو وہ چند لائنیں پڑھ کر اگلی عبارت تلاش کرتا رہے گا جو کہ کبھی دو، کبھی چار، کبھی دس دس صفحات کے بعد ملے گی۔

مزید حیرانگی کی بات یہ ہے کہ موصوف کی یہ حاشیہ آرائی؛ ان کی علمی مہارت کا ثبوت نہیں بلکہ سرقہ کا نتیجہ ہے۔ راقم دعوی کر سکتا ہے کہ پوری 956 صفحات کی کتاب میں 600 صفحات کے حواشی ہیں اور ان میں سے خود موصوف کا حصہ شاید دس سے پچاس صفحات ہوں۔ باقی سب انہوں نے مختلف کتابوں کے کاپی پیسٹ کر دیا۔ حد تو یہ کہ شرح صحیح مسلم کے ایک مقام پر دو درجن صفحات کا حاشیہ چڑھا دیا، ایسا لگتا ہے کہ موصوف کا بس نہ چلا ورنہ شاید مرام الکلام کئی جلدوں پر مشتمل کتاب بن کر منظر عام پر آتی۔ راقم یہاں پر چند مقامات کی نشان دہی کرتا ہے تاکہ ہماری بات کے شواہد بھی قارئین کے سامنے ہوں۔ پہلا شاہد یہ ہے کہ موصوف نے صفحہ 200 سے لیکر 210 تک کم و بیش گیارہ صفحات کا وہ حاشیہ شامل کیا جو اصل امور عامہ کی بحث سے غیر متعلق ہے۔ دوسرا شاہد یہ ہے کہ حضرت نے صفحہ 214 پر اڑھائی صفحات پر عقل کے بارے میں حاشیہ آرائی کی جو اصل متن سے بے گانہ ہے۔ تیسرا شاہد یہ ہے کہ صفحہ 251 سے 261 تک گیارہ صفحات کا پیوند لگایا۔ چوتھا شاہد یہ ہے کہ موصوف نے ایمان ابوین کریمین کے موضوع پر ص 692 سے صفحہ 714 تک 23 صفحات شرح صحیح مسلم سے اٹھا کر شامل کر دیئے۔ حضرت لکھتے ہیں کہ "علامہ سعیدی صاحب نے اس مسئلہ پر بڑی تفصیل سے بحث کی ہے، ہم چاہ رہے ہیں اس بحث کو بعینہ یہاں ذکر کر دیں تاکہ اہل علم اس سے مستفید ہو سکیں"۔ جناب اہل علم نے مستفید ہونا ہو گا تو وہ خود تبیان القرآن کھول کر دیکھ لیں گے۔ آپ کا دل کیوں چاہ رہا تھا؟ یقینا محققین کے نزدیک کسی کتاب کا اتنا بڑا پیراگراف بعینہ ذکر کرنا سرقہ میں شامل ہے۔ کوئی بھی محقق اس کی اجازت نہیں دے سکتا۔

پانچواں شاہد یہ ہے کہ علامہ پرہاروی نے نبی کریم ﷺ کے معجزات کے بیان میں بہت سے معجزات ذکر کیے۔ اس کے آخر میں صفحہ 528 پر موصوف نے حاشیہ آرائی کرتے ہوئے لکھا "یہاں ایمان و عشق کو مزید تازہ کرنے کے لیے مزید واقعات پیش خدمت ہیں" پھر کم و بیش تین صفحات کا حاشیہ شامل کیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون، کیا مباحث کی تحقیق اسی کا نام ہے؟ لگتا ہے موصوف کو "طوالت" اور کتاب کی "ضخامت" کا خوف کھائے جا رہا تھا ورنہ حضرت نے معجزات پر کسی عالم کی کوئی تصنیف اٹھا کر نقل کر دینی تھی۔

چھٹا تعقب: موصوف نے مرام الکلام کی عربی عبارت پر اعراب کا بھی التزام کیا ہے۔ مگر ہر ہر سطر اغلاط سے بھرپور ہے۔ جس میں سخت ترکیبی اغلاط ہیں۔ ابتدائی درجات کا طالب علم بھی ایسی فحش بلکہ افحش اغلاط نہ کرے۔ یہ سب موصوف کی علمی لیاقت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ اغلاط اتنی زیادہ اور واضح ہیں کہ ان پر شواہد یا امثلہ پیش کرنے کی چنداں حاجت نہیں بلکہ اہل علم سرسری نظر ڈالیں تو اندازہ ہو جائے گا۔

ساتواں تعقّب: موصوف نے کتاب کے مقدمہ میں صفحہ 140 پر دعویٰ کیا ہے کہ "علامہ پرہاروی علیہ الرحمہ کی مرام الکلام کے نام سے فقط ایک ہی کتاب ہے۔ بعض لوگوں نے اس عنوان سے دو کتابیں ہونے کا جو گمان کیا ہے وہ غلط ہے"۔ مگر راقم کی رائے اس سے مختلف ہے۔ راقم کے نزدیک مرام الکلام دراصل دو ہیں۔ ایک اصل مرام الکلام اور ایک معروف مرام الکلام اور راقم نے جس کا ترجمہ و تخریج کی ہے وہ معروف مرام الکلام ہے۔ اصل مرام الکلام اس کے علاوہ ہے جس کی کمپوزنگ الحمد للہ مکمل ہو گئی ہے اور ان شاء اللہ جلد وہ مخطوطہ بھی اس کے بعد منظر عام پر ہو گا۔ اس کی مزید تفصیل اور دونوں نسخوں پر کلام ان شاء اللہ اصل مرام الکلام کے شروع میں راقم تفصیلی طور پر ذکر کرے گا۔

قارئین دعا کریں کہ علامہ پرہاروی علیہ الرحمہ کی تراث کو منظر عام پر لانے کا جو عزمِ مصمم راقم نے کیا ہے وہ بغیر رکاوٹ کے جاری رہے اور پایہ تکمیل تک پہنچے۔ اللہ عزوجل ہمیں اخلاص نصیب فرمائے۔ علامہ پرہاروی کو غیرِ مستند اور نااہل لوگوں سے محفوظ رکھے۔

ابو محمد عبد الواحد کبیری

29ربیع الاول1445

16اکتوبر2023